

روزہ..... اسلام اور دیگر مذاہب میں

تحریر: جناب محمد اسحاق بھٹی۔ لاہور

اسلام کے بنیادی ارکان جن کا ماننا اور جن پر عمل کرنا ہر مسلمان کیلئے ضروری ہے، پانچ ہیں۔ پہلا رکن توحید ہے، جس کا مطلب اللہ کی وحدانیت کا اقرار کرنا اور اس کی روشنی میں سفر حیات کی چھوٹی بڑی تمام منزلیں طے کرنا ہے۔ دوسرا رکن نماز، تیسرا زکوٰۃ، چوتھا ماہ رمضان کے روزے اور پانچواں حج بیت اللہ ہے۔ آج کی صحبت میں خواندگانِ محترم کی خدمت میں روزے کے متعلق چند گزارشات پیش کرنا مقصود ہے۔

روزہ ایک ایسا مذہبی شعار ہے جو اسلام کے ساتھ مخصوص نہیں، بلکہ قرآن کے ارشاد کے مطابق اسلام سے پہلے بھی تمام مذاہب کے احکام کا لازمی حصہ رہا ہے جسے قرآن ”کُتِبَ“ کے لفظ سے بیان فرماتا ہے۔ لیکن روزے کی صحیح تاریخ کیا ہے؟ سب سے پہلے کس شخص نے روزہ رکھا اور کس مذہب سے اس کی ابتدا ہوئی اور کس صورت میں ہوئی؟ اس کی وضاحت کسی مذہبی یا غیر مذہبی کتاب میں نہیں کی گئی اور اس کی اصل تاریخ کے بارے میں کسی مذہبی عالم یا محقق نے تصریح نہیں کی۔ البتہ بعض لوگوں نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ روزے کی ابتدا قدیم زمانے کے وحشی قبائل میں ہوئی ہوگی۔ وہ سمجھتے ہوں گے کہ وہ خود بھوکے رہیں گے تو ان کا کھانا ان کے مردوں کو پہنچتا ہوگا۔ لیکن یہ ایسا خیال ہے، جس کی تصدیق کہیں سے نہیں ہوتی۔

اب آئیے دیکھتے ہیں اسلام سے پہلے مختلف مذاہب میں روزہ کس طرح رکھا جاتا تھا اور کس طریقے سے لوگ یہ فریضہ انجام دیتے تھے۔ برصغیر یعنی پاکستان، ہندوستان اور بنگلادیش کے ہندو اپنی مذہبی تہذیب اور ثقافت کی قدامت کے دعوے دار ہیں اور اس پر فخر کرتے ہیں۔ ان کے ہاں روزے کو ”برت“ کہا جاتا ہے۔ ان کے نزدیک ہر شمسِ مہینے کی گیارہ اور بارہ تاریخ کو برہمنوں پر برت (یعنی روزہ) فرض ہے۔ اسے وہ اپنی مذہبی بولی میں ”اکاشی کا برت“ کہتے ہیں۔ اس طرح ایک سال میں ان پر چوبیس روزے فرض ہوئے۔

بعض برہمن شمسِ کیلنڈر کے ”کاتک“ کے مہینے میں ہر سوموار کو روزہ رکھتے ہیں۔ اس مہینے میں سوموار چار آجائیں یا پانچ، اپنے مذہب کی رو سے ہر برہمن پر یہ روزہ فرض ہے۔ باقی گیارہ مہینوں میں وہ روزہ نہیں رکھتے۔ وہ ہندو جوگی جو اپنے مذہب پر عمل پیرا ہیں، ہر سال چالیس دن کھانے پینے سے پرہیز کرتے ہیں۔ یہ بھی

روزے کی ایک شکل ہے۔ ہندوؤں کے ”جینی دھرم“ میں چالیس چالیس دن کا ایک روزہ ہوتا ہے۔ ہندوستان کے بعض علاقوں کے جینی کئی کئی ہفتے کا روزہ رکھتے ہیں۔

یونان میں صرف عورتوں پر ان کے مروجہ مہینے کی تیسری تاریخ کو روزہ رکھنا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ مرد اس سے مستثنیٰ ہیں۔ ان کے اس مہینے کا نام ”تھومو فیریا“ ہے۔

پارسیوں میں یہ رواج ہے کہ ان کے صرف مذہبی پیشوا روزہ رکھیں، دوسرے لوگ نہ رکھیں۔

یہودیوں کے نزدیک سال میں چالیس روزے رکھنا کارثواب ہے۔ اس لئے کہ حضرت موسیٰؑ نے کوہ طور پر چالیس دن بھوک پیاس میں گزارے تھے۔ ان کی پیروی کرنی چاہیے، لیکن چالیسویں دن کے روزے کو وہ فرض قرار دیتے ہیں۔ یہ روزہ ان کے ساتویں مہینے (تشرین) کی دسویں تاریخ کو آتا ہے۔ اسی لیے وہ اسے عاشورا کہتے ہیں یعنی دسواں۔ یہی عاشورے کا دن تھا، جس میں حضرت موسیٰؑ کو تورات کے دس احکام عطا فرمائے گئے تھے، جنہیں ”احکام عشرہ“ کہا جاتا ہے۔ اسی بنا پر تورات میں اس دن روزہ رکھنے کی تاکید کی گئی ہے۔

عیسائی مذہب میں بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا۔ عیسائیوں کا نقطہ نظر یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے چالیس دن جنگل میں روزہ رکھا تھا، لہذا ہمیں بھی رکھنا چاہیے۔ زمانہ جاہلیت کے عرب بھی روزے کے متعلق تھوڑی بہت معلومات رکھتے تھے۔ چنانچہ قریش مکہ یوم عاشورا (محرم کی دس تاریخ کو) روزہ رکھتے تھے، اس لئے کہ اس دن کعبۃ اللہ پر نیا غلاف چڑھایا جاتا تھا۔ یہ اختصار کے ساتھ قبل از اسلام کے ان روزوں کا تذکرہ تھا جو مختلف مذاہب کے لوگ رکھتے تھے۔ مسلمانوں پر روزے ۲ ہجری میں فرض کئے گئے۔ وقرآن نے ان کے متعلق ارشاد فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾

[البقرہ: ۱۸۳] ”مسلمانو! جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر روزے فرض کئے گئے تھے، اسی طرح تم پر بھی فرض کئے گئے ہیں تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔“

مطلب یہ کہ روزے مسلمانوں کی کوئی ایسی عبادت نہیں جو صرف انہی کیلئے مخصوص ہو، اسلام سے قبل کے مذاہب میں بھی روزہ رکھنے کا سلسلہ جاری تھا۔ لیکن اسلام نے اس کیلئے رمضان کا ایک خاص قمری مہینہ مقرر کر دیا جو کسی سال انتیس دنوں پر مشتمل ہوتا ہے، کسی سال تیس دنوں پر.....! یعنی رمضان میں موسمی تغیر اور تبدیلی کا عمل جاری رہتا ہے۔ روزے کیلئے قرآن نے ”صوم“ کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ صوم کے معنی ہیں رکنا اور چپ رہنا۔ یعنی کھانے پینے سے، برائی کے ارتکاب سے، جنسی تعلقات سے، کوئی غلط کام کرنے سے رکنا اور ناروا خواہشوں

اور فضول باتوں سے دل اور زبان کو محفوظ رکھنا۔

اسلام چونکہ آسان مذہب ہے اور اپنے ماننے والوں کو تکلیفوں سے بچاتا ہے، اس لئے اس نے روزے کی اس بنیادی عبادت میں بہت سی اصلاحات اور سہولتیں پیدا کیں، جن میں چند مندرجہ ذیل ہیں۔

☆..... اسلام سے پہلے الہامی مذہب بھی تھے اور غیر الہامی بھی۔ ان مذاہب کی فہرست میں بعض مذاہب وہ ہیں، جن کے صرف پیشوا یا خاص خاص لوگ روزہ رکھتے تھے۔ تمام لوگ روزہ نہیں رکھتے تھے۔ مثلاً ہندوؤں میں مذہبی اعتبار سے صرف براہمن روزے کا مکلف ہے، غیر براہمن کیلئے روزہ رکھنا ضروری نہیں۔ پارسیوں میں صرف پیشوا پر روزہ فرض ہے۔ یونانیوں میں فقط عورتیں روزہ رکھیں۔ لیکن اسلام نے اس امتیاز کو ختم کر دیا۔ اسلام میں پیشوا، غیر پیشوا، مرد، عورت، امیر، غریب میں کوئی تخصیص نہیں، سب مسلمانوں پر (جو اس کی طاقت رکھتے تھے) روزہ فرض ہے۔ ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ [البقرة: ۱۸۵] ”تم میں جو شخص اس مہینے کو پائے، وہ روزہ رکھے“۔

☆..... یہودیوں کے ہاں روزہ نہ رکھنے والے کو قتل کرنے کا حکم تھا اور یہ سختی اس قدر بڑھ گئی تھی کہ جو شخص کہیں سے بطور مہمان یا مسافر یہودیوں کے ہاں آیا، اگرچہ وہ یہودی نہیں ہے، اس پر بھی روزہ فرض تھا۔ لیکن اسلام چونکہ انسانی فطرت کے عین مطابق ہے، اس لئے معذوروں، کمزوروں، مریضوں، مسافروں کیلئے فرمایا کہ وہ روزہ بعد میں رکھ لیں اور جو لوگ دائم المریض ہیں، وہ روزے کے بجائے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں۔ ارشادِ باری ہے: ﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُوهُ فَذِيَّةٌ طَعَامُ مَسْكِينٍ﴾ [البقرة: ۱۸۳] ”جو تم میں سے بیمار ہو یا سفر پر ہو وہ (رمضان کے بعد) اور دنوں میں روزہ رکھ لے اور جن لوگوں کو روزہ رکھنے سے سخت تکلیف ہوتی ہے، وہ ہر روزے کے بدلے ایک محتاج کو کھانا کھلا دیا کریں“۔

اسلام میں بچوں کو بھی روزے سے مستثنیٰ قرار دے دیا گیا ہے۔ عورتیں ایامِ حمل، ایامِ رضاعت اور دوسرے مخصوص ایام میں روزہ نہ رکھیں۔ یہ ایک ایسا عذر ہے، جس کی بنا پر وہ بعد میں روزہ رکھ سکتی ہیں۔ ہندوستان کے براہمن یا جینی مذہب کے لوگ بالعموم شمسی مہینوں میں روزے (یا برت) رکھتے ہیں، جس میں کوئی موسمی تبدیلی نہیں آتی۔ ہمیشہ ایک سا گرم یا سرد موسم رہتا ہے، لیکن اسلام نے قمری حساب سے

رمضان کے مہینے میں روزے رکھنے کا حکم دیا، جو بھی کرم موسم میں آتا ہے، بھی سرد میں، بھی خزاں میں، کبھی بہار میں۔ اس طرح موسم کی تبدیلی کے ساتھ اس کی سختی اور نرمی بدلتی رہتی ہے۔

☆..... ہندوستان کے جینی ایک ایک ہفتے کا روزہ رکھتے تھے۔ یعنی پورا ایک ہفتہ نہ کچھ کھاتے تھے نہ پیتے تھے۔ عرب کے عیسائی راہبوں کا روزہ بھی کئی کئی دن کا ہوتا تھا۔ یہودیوں کا روزہ چوبیس گھنٹے یعنی پورے ایک دن اور ایک رات کا۔ لیکن اسلام نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ صبح کو روزہ رکھو اور شام کو افطار کر دو۔ ﴿اَيُّمُوا الصِّيَامَ اِلَى الْبَيْتِ﴾ [البقرة: ۱۸۷] ”رات تک روزہ ختم کر دو۔“

☆..... بعض مذاہب میں چالیس چالیس دن کا اس طرح کا روزہ تھا کہ روزے کی حالت میں غلہ یعنی گندم، جو اور چنے وغیرہ کی بنی ہوئی چیز نہیں کھانی، نہ گوشت کھانا ہے۔ صرف پھل کھانے کی اجازت ہے۔ اسلام نے روزے کی حالت میں اگرچہ ہر چیز کھانے سے روک دیا، لیکن اس کی مدت صرف ایک مہینہ مقرر کی، وہ بھی دن کے چند گھنٹوں کی، طلوع فجر سے لے کر غروب آفتاب تک۔ اس کے بعد جو حلال چیز دل چاہے کھاؤ اور پیو۔ ﴿يُؤَيِّدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْاَيْسَرَ وَلَا يُؤَيِّدُ الْاَيْسَرَ﴾ [البقرة: ۱۸۵] ”اللہ تم پر آسانی کرنا چاہتا ہے، سختی نہیں کرنا چاہتا۔“

☆..... یہودیوں کا روزہ یہ تھا کہ جو کچھ کھانا ہوتا روزہ کھولتے وقت کھا لیتے۔ دوسری دفعہ کھانا یا پینا ان کے نزدیک ممنوع تھا۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ ایک روزہ کھولنے کے بعد فوراً بعد ان کا دوسرا روزہ شروع ہو جاتا تھا۔ عرب کے لوگوں کا معاملہ یہ تھا کہ سونے سے پہلے جو کھا لیا سو کھا لیا۔ سونے کے بعد ان کے ہاں کھانا ناجائز نہ تھا۔ شروع شروع میں اسلام میں بھی یہی سلسلہ جاری رہا۔ صحابہ رمضان کا روزہ رکھتے، پھر شام کو افطار کرتے، پھر جب تک جاگتے رہتے، ضرورت کے مطابق کھاپی لیتے۔ اگر کوئی شخص سو گیا، بے شک چند ثانیوں کے بعد جاگ اٹھا، مگر کچھ کھاپی نہیں سکتا تھا۔ چنانچہ ایک صحابی شام کے وقت گھر آئے۔ رمضان کا مہینہ تھا اور ان کا روزہ تھا۔ کھانا بھی تیار نہیں ہوا تھا۔ بیوی کھانا پکانے لگی تو وہ سو گئے۔ اب کھانا نہیں کھا سکتے تھے۔ دوسرے دن پھر روزہ تھا۔ بھوک کی وجہ سے ان پر بے ہوشی کی سی کیفیت طاری ہو گئی۔ اس پر یہ آیت اتری۔ ﴿كُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَبَيِّنَ لَكُمُ الْوَجْهَ الْبَاطِنُ مِنَ الْوَجْهِ الْبَاطِنِ﴾ [البقرة: ۱۸۷] ”کھاتے پیتے رہو، یہاں تک کہ رات کی کالی دھاری سے صبح کی سفید دھاری تم کو صاف دکھائی دینے لگے۔“ روزے کا اصل مقصد ”تقویٰ“ ہے۔ قرآن کے الفاظ میں ﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ [البقرة: ۱۸۳] ”تا کہ تم تقویٰ حاصل کرو۔“

تقویٰ دل کی ایک خاص کیفیت سے تعبیر ہے۔ جب یہ کیفیت انسان کے دل میں جاگزیں ہو جائے تو وہ گناہوں سے دور ہٹ جاتا ہے اور گناہ سے اس کو نفرت ہونے لگتی ہے۔ اس کا رجحان امور خیر کی طرف ہو جاتا ہے اور نیک عمل کیلئے اس کے دل میں ایک خاص قسم کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ شہوانی اور بہیمی قوتیں ختم ہو جاتی ہیں اور ملکوتی اثرات اس کے قلب و روح میں سرایت کر جاتے ہیں۔ وہ ہر معاملے میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا تابع فرمان ہو جاتا ہے۔ نیکی کی طرف دوڑتا اور گناہ سے دامن کشاں رہتا ہے۔ روزے سے انسان کے دل میں پوری طرح یہ کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی کیفیت کا نام تقویٰ اور پرہیز گاری ہے۔ جو شخص اس کیفیت سے بہرہ مند ہو گیا اسے متقی اور پرہیزگار کہا جاتا ہے۔

بارگاہِ الہی میں روزے کو تقویٰ کی اصل بنیاد اس لئے قرار دیا گیا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی خاموش اور مخفی عبادت ہے جو ہر قسم کی ریا اور ہر نوع کی نمائش سے پاک ہے۔ روزے دار جب تک خود کسی کو نہ بتائے، اس کا پتا نہیں چل سکتا۔ اسے ہم اخلاص بھی کہہ سکتے ہیں اور بے ریائی کا بہت بڑا عنصر بھی قرار دے سکتے ہیں۔ اسی لئے اس کے متعلق فرمایا کہ روزے دار محض میری رضا کے حصول کیلئے کھانا پینا چھوڑ دیتا ہے: (الْصَّوْمُ لِيْ وَ اَنَا اَجْزِيْ بِهٖ) ”روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔“ جزا تو ہر کام کی اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے، لیکن روزے کی عظمت اور بڑائی کو ظاہر کرنے کیلئے اس کی جزا کو اس نے خود اپنی طرف منسوب فرمایا ہے۔

لوگوں کی سہولت کیلئے سال بھر میں صرف ایک مہینے کے روزے فرض قرار دیے گئے، جسے قرآن مجید اپنا معدودات کے خوبصورت الفاظ میں بیان فرماتا ہے یعنی ”گنتی کے چند روزے“۔ خوش قسمتی اور عالی بخت ہیں وہ لوگ جو اس مہینے میں روزے رکھتے، قرآن کی تلاوت کرتے، تراویح پڑھتے، اس کے آخری عشرے میں اعتکاف کرتے اور اللہ کی عبادت میں مصروف رہتے ہیں۔

فضیلۃ الشیخ حافظ عبدالغفار روپڑی کی جامعہ میں آمد

مورخہ 11 اگست بروز منگل فضیلۃ الشیخ حافظ عبدالغفار روپڑی رئیس جامعہ اہل حدیث لاہور جامعہ میں تشریف لائے۔ آپ کے ہمراہ فضیلۃ الشیخ مولانا جاہر حسین مدنی ناظم اعلیٰ مرکز نداء الاسلام ریٹالہ خورد اور میڈیا ایڈوائزر مہیا شہزاد بھی تھے۔ مدبرِ تعلیم حافظ محمد عبداللہ اور مولانا فیض احمد بھٹی نے ان کا والہانہ استقبال کیا جبکہ انکس پورے جامعہ کا وزٹ بھی کروایا، روپڑی صاحب نے جامعہ کی لاہوری خصوصاً قسم الخلوعات کو بھی دلچسپی سے دیکھا بعد ازاں وفد کی بیانیہ بھی کی گئی۔

آخر میں حضرت العالما روپڑی صاحب نے جامعہ کی مزید ترقی اور کامیابی کی دعا بھی فرمائی اور پھر لاہور کی طرف روانہ ہو گئے۔